ترجمان الحدیث

توحید الاسماء والصفات

شیخ الحدیث مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات ایک خالص اعتقادی موضوع ہے جسے قرآن مجید اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح اور صاف الفاظ میں بیان فرمادیا ہے، جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی مگر برا ہو تقلید کا کہ مقلدین حضرات کو قرآن وحدیث کی خالص امور وہدایات ہضم نہیں ہوتیں اور ان کے تقلید زدہ اذہان وقیاس آلود قلوب کتاب وسنت کی مصفیٰ تعلیمات کو قبول کرنے سے عاری ہیں۔ تو پھر وہ قسما قسم کی تاویلات کا سہارا لیتے ہوئے اللہ وحدہ لا شریک کی ذات سبحانہ وتعالیٰ اور صفات کا بالواسطہ انکار کردیتے ہیں اور جو لوگ قرآن وحدیث کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی توحید کو اس کی روح کے مطابق تسلیم کرتے اور ایمان لاتے ہیں ان پر کئی قسم کے الزامات باندھتے اور اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہیں اسی قسم کا ایک مضمون گذشتہ دنوں (یکم اکتوبر 2016ء کو روزنامہ ''دنیا'' میں حنفی بریلوی مکتبہ فکر کے سرخیل مفتی منیب الرحمٰن جو قوم کی شومئی قسمت سے روئت ہلال کمیٹی پاکستان کے چیئرمین بھی ہیں نے رقم فرمایا کہ ''اھل السنۃ والجماعۃ کون؟'' اگرچہ اسی مضمون میں انہوں نے فرمادیا کہ اہل حدیث کے عقیدے کی بنیاد قرآن مجید کی آیات ہیں اور اہل سنت (اصلاً احناف یا بریلوی وغیرہ) کا عقیدہ ''اشاعرہ'' اور ماتریدیہ'' کی طرف منسوب ہے۔ یعنی یہ طبقہ احناف بریلوی وغیرہ امت کا وہ..... گروہ ہے جسے عقیدے کی اساس وبنیاد کے لیے بھی قرآن وحدیث کو اپنا مرکز ومحور بنانے کی توفیق نہیں ہوئی بلکہ چند افراد کی ذہنی اختراعات کو عقیدے کا نام دے دیا گیا اور پھر اس سے بھی بڑھ کر طرفہ تماشہ یہ ہے کہ جو امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو خبر واحد کہہ کر عقیدے کے اثبات کے لیے حجت نہیں مانتے وہ ابوالحسن اشعری اور ابومنصور ماتریدی کے اقوال پر سر دھنتے نظر آتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور کوئی نہیں پوچھتا کہ اللہ کے

بندو! ان بزرگوں سے پہلے لوگوں صحابہ کرامؓ تابعین عظام ائمہ کرام حتی کہ خود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ کیا تھا۔ اس سے بڑھ کر بھی کوئی جہالت کی مثال ہو سکتی ہے کہ مفتی صاحب موصوف جس عقیدے کی بنیاد قرآنی آیات بیان فرمارہے ہیں اس کا رد کر رہے ہیں۔

سچ ہے ان کان للضلالة ام .فالتقليد امه اور واهرب عن التقليد فهو ضلالة. ان المقلد في سبيل الهالك

مفتی صاحب کے اس نامناسب کالم کا جواب تو ہمارے بہت سے کالم نگار حضرات نے اپنے اپنے انداز میں دے دیا ہے یہاں ذیل میں اس خالص علمی مسئلہ کو قرآن وسنت کی روشنی میں مدلل اور مبرہن کر کے پیش کیا جارہا ہے تاکہ لوگوں کو اس موضوع کے متعلق حقیقت حالات آشکار ہو۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کو انہوں نے اپنی زندگی میں تقریباً ہر موضوع پر قلم اٹھایا اور اس کا حق ادا کر دیا۔ عقائد کے متعلق بھی انہوں نے ''عقیدہ اہل حدیث'' کے نام سے کتاب تحریر فرما کر اس مسئلہ کے ماله و ما عليه کو بالتفصیل بیان کر دیا۔

زیر نظر مضمون بھی ان کی اسی کتاب سے اخذ کر کے انہی کے الفاظ میں قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے مولانا موصوف ماشاء اللہ علم وعمل کی دولت سے مالا مال تھے اور مسلک اہل حدیث کی ترویج واشاعت میں بڑے حریص، جری اور مجاہد تھے اور مسلک اہل حدیث کا دفاع کرنے میں بہت غیرت مند تھے کہ جب بھی کوئی کالم، کتاب یا خبر اہل حدیث کے عقائد وعمل کے خلاف نظر سے گزرتی تو بے چین ہو جاتے اور اپنی بیماری، مصروفیت وغیرہ کی پرواہ کیے بغیر ان کا قلم تیغ بُرّاں کا روپ دھار لیتا اور اس وقت تک آرام نہ کرتے جب تک وہ قرض اتار نہیں دیتے تھے اللہ تعالیٰ ان کی کروٹ کروٹ بخشش فرمائے'' ان کی حسنات کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ (مدیر)

صفات باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء الحسنیٰ کے بارہ میں اہل حدیث کا موقف وہی ہے جو سلف صالحین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین عظام کا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تمام صفات کمال

کے ساتھ متصف ہے اور وہ تمام صفات نقص سے منزہ اور پاک ہیں اور اپنی صفات کاملہ کی وجہ سے تمام مخلوق سے منفرد اور بائن ہے۔ اس کی صفات اور اسماء کسی کے بھی احاطہ شمار سے باہر ہیں ان میں جو بعض کا ذکر تو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور بعض ایسی صفات اور اسماء ہیں جن کی خبر صادق ومصدوق ﷺ کی زبان اقدس نے دی ہے اور بعض ایسے نام وصفات ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے ہی علم میں ہیں ان کی خبر نہ کسی فرشتہ کو ہے نہ کسی نبی اور ولی کو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے۔

((اسئلک بکل اسم هو لک سميت به نفسک او انزلته فی کتابک او علمت احدا من خلقک اواستاثرت به فی علم الغیب عندک))

(معجم الکبیر (۱۰/ ۱۷۹) ح ؛ ۱۰۳۸۸۴) و مسند احمد (۱/ ۳۹۱) و کنز العمال (۲/ ۱۲۳) ح ؛ (۳۴۳۶)

"اے اللہ میں تجھ سے تیرے ہر اس نام سے سوال کرتا ہوں جو تو نے خود اپنا نام رکھا یا تو نے اس کو قرآن میں اتارا یا تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی ایک کو معلوم کرایا یا تو نے اسے ترجیح دی غیب کے علم میں جو تیرے پاس ہے۔"

صفات توقیفی ہیں

اللہ تعالیٰ کی جتنی صفات اور اسماء ہیں توقیفی ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ کسی ایک کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف سے کسی ایسی صفت کو اللہ تعالیٰ کی صفت قرار دے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات میں ذکر نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ سے ثبوت ملتا ہو کہ آپ نے اس کو اللہ تعالیٰ کی صفت قرار دیا ہو اسی طرح صفات ثابتہ میں سے کسی ایک صفت کی نفی جائے جس کو اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ نے صفت فرمایا ہو بلاشبہ صفات کے اثبات اور نفی میں معیار صرف کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہے اس میں کسی ایک کی آراء وافکار کو دخل نہیں ہے۔

اور نہ ہی ایسے الفاظ کو صفات پر چسپاں کرنا چاہیے جس کا ثبوت کتاب وسنت سے نہ ملتا ہو جیسا کہ ملحدین فلاسفہ ہیں جو اس قسم کی ابحاث میں جوہر اور عرض کی بناوٹی اصطلاحات میں کھوئے ہوئے ہیں بلکہ ہمارا اس بارہ میں ایک سیدھا سا موقف ہے جو بعینہ کتاب وسنت پر مبنی

ہے کہ ہر وہ صفت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس اور ذات کے لیے ثابت کی ہے وہ بالکل حق ہے کیونکہ وہ اپنی ذات کو باقی تمام سے زیادہ جانتا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اللہ جل وعلا کی جو صفات بیان فرمائی ہیں وہ بھی بلاشبہ حق ہیں تمام مخلوقات میں سے کون ہے جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سے واقف ہو؟

اسماء وصفات کی تعداد

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ اپنے بندوں کو جن صفات کی معرفت کرائی ہے وہ ننانوے (۹۹) ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں؛

(ان لله تسعة و تسعين اسما مائة الا واحدا من احصاها دخل الجنة)

(صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب مایجوز من الاشتراط (۹/۲۶۱) ج ؛ (۲۰۳۱) و صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعا، باب فی اسماء الله تعالیٰ (۱۸۲/۱۳ ح ؛ (۴۸۳۶)

"اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے ان کو یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

اور یہ تمام اسماء الحسنی قرآن کے متفرق مقامات اور احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں۔ ان میں سے کسی ایک میں کمی یا زیادتی جائز نہیں ہے۔

سلف صالحین کا مذہب

اہل حدیث سلف صالحین صحابہ کرام اور تابعین کے طریق پر اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو علی وجہ الکمال تسلیم کرتے ہیں اور ان پر بعینہ ایمان لاتے ہیں کہ ان میں تحریف، تعطیل، تاویل، تشبیہ، تمثیل اور متاخرین کی تفویض کو جائز نہیں سمجھتے ہاں ان کی کیفیت بیان کرنے سے قاصر ہیں اور نہ صفات کو آیات متشابہات سے سمجھتے ہیں نہ صفات کے الفاظ کو بے معنی اور مہمل گردانتے ہیں اور نہ ان میں کسی قسم کا الحاد درست جانتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(ولله الاسماء الحسنى فادعوه بها وذروا الذين يلحدون في اسمائه سيجزون

ما کانوا یعملون) (الاعراف؛ ۱۸۰)

''اللہ تعالیٰ کے نام بہت ہی خوبصورت ہیں اس کو انہی ناموں سے پکارو۔ اوران لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد اور کجروی اختیار کرتے ہیں جو وہ کرتے ہیں عنقریب اس کا بدلہ پائیں گے۔''

الحاد اوراس کی اقسام

امام ابن القیم فرماتے ہیں

وحقيقة الالحاد فيها الميل

بالاشراک والتعطيل والنكران

(قصیده نونیه ص ۱۰۴)

''الحاد کی حقیقت شرک' صفات کی نفی اور نکار کے ساتھ حق سے اعراض اور عدول ہے۔''

الحاد کی پانچ قسمیں ہیں

(۱) اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت یا ایسا نام رکھنا جو اس کی ذات کے لائق نہیں۔ جیسے عیسائی اللہ کو باپ کہتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے نام سے اشتقاق کر کے مخلوقات میں سے بعض کا نام رکھ لینا جس سے الوہیت کا عنصر اجاگر ہوتا ہو جیسا کہ مشرکین لات کو اللہ سے عزیٰ کو عزیز سے اور منات کو منان سے مشتق کرتے تھے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کو ایسے وصف سے متصف کرنا جس سے وہ منزہ اور پاک ہے جیسا کہ یہودی کہتے ہیں (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ باندھا ہوا ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ان کے معانی سے انکار کرنا اوران کے حقائق کو تسلیم نہ کرنا اور یہ گمان کرنا کہ یہ الفاظ محض قرات کے لیے ہیں جو اپنے ضمن میں صفات اور معانی کو نہیں لیتے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات سے تشبیہ دینا جیسا کہ اللہ کا ہاتھ انسان کے ہاتھ کی طرح ہے۔ (الاسئلة والاجوبة ص ۸۲ ملخصا ومفهوما)

(۱) کیفیت

صفات کے حق ہونے میں ایمان رکھنا ضروری ہے مگر ان کی کیفیت اور ماہیت کی بحث میں نہیں الجھنا چاہیے کیونکہ یہ طریقہ سلف صالحین ائمہ اہلحدیث کے منہج کے خلاف ہے اوراس میں کسی کو بھی اختلاف نہ تھا کہ صفات کو بلا تاویل اور تحریف اصل الفاظ اور معانی کے ساتھ قبول کیا جائے اوران کی کنہاں اور تہہ میں خوض نہ کیا جائے جیسا کہ معروف تابعین امام زہری اورامام مکحول سے صفات کے متعلقہ منقول احادیث کے بارہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:۔

امروها كما جاء ت بلا كيفية وفي رواية ؛ امضوا الاحاديث على ماجاء ت
(الاسماء الصفات۲/۱۹۸)

''انہیں ایسے ہی قبول کرو جیسے وہ بغیر کسی کیفیت کے منقول ہیں۔''

امام اہل حدیث والسنہ ابن عیینہؒ فرماتے ہیں۔

كل ما وصف الله تعالىٰ من نفسه في كتابه فتفسيره تلاوته والسكوت عليه
(الاسماء والصفات۲/۱۰۱)

''قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جو بھی اپنی صفات بیان فرمائی ہے۔اس کی تفسیر اس کی تلاوت اوراس پر سکوت ہے۔''

امام اہل سنت وحدیث اسحاق بن راہویہ سے امیر ابن طاہر نے نزول باری تعالیٰ کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا؛

النزول بلا كيف ''نزول بغیر کیفیت کے ہے۔'' (الاسماء والصفات۲/۱۹۸)

امام الائمہ مالک بن انسؒ سے استویٰ علی العرش کے بارہ میں سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا

الاستواء غير مجهول والكيف غير معقول والايمان به واجب السوال عنه بدعة
(الاسماء والصفات۲/۱۰۱)

''استواء مجہول نہیں (معلوم) ہے اور کیفیت نہ معلوم ہے اوراس پر ایمان لانا واجب ہے اوراس کے بارہ میں سوال کرنا بدعت ہے۔''

اور یہی بات امام ابوحنیفہ نے فرمائی؛

ینزل بلا کیف "وہ بلا کیفیت نزول کرتا ہے" (الاسماء والصفات ۲/۲۰۰)

امام ولید بن مسلم فرماتے ہیں؛

امام اوزاعی، مالک، سفیان ثوری اور لیث بن سعد رحمہم اللہ سے تشبیہ کی احادیث کے بارہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا؛

امرها كما جاء ت بلا كيفية (الاسماء والصفات ۲/۱۹۸)

"ان کو بغیر کیفیت کے اسی طرح قبول کرو جیسا کہ وہ وارد ہوئی ہیں۔"

امام اوزاعی نے بطور قاعدہ کلیہ فرمایا؛

كنا والتابعون متوافرون نقول ان الله تعالیٰ ذكره فوق عرشه ونومن بما وردت السنة به من صفاته جل وعلا (الاسماء والصفات ۲/۱۵۰)

"جب تابعین بڑی کثرت سے موجود تھے تو ہم کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارہ میں حدیثیں منقول ہیں ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں"

مذکورہ بحث سے واضح ہو گیا کہ سلف صالحین کا صفات کے باب میں یہی موقف تھا کہ صفات کو اسی طرح تسلیم کیا جائے جیسے وہ وارد ہوئی ہیں اور ان کی کیفیت معلوم نہ کی جائے کیونکہ ایسی کیفیت انسان کی حس وادراک اور فراست سے باہر ہے یہی وجہ ہے کہ ایسی کیفیت کے سوال پر امام مالک نے سائل کو بدعتی قرار دے کر مجلس سے نکال دینے کا حکم فرمایا تھا؛

صفات میں کسی قسم کی تاویل بھی سلف صالحین صحابہ کرام اور تابعین عظام کے منہج اور مذاہب کے خلاف ہے امام وکیع نے فرمایا؛

نسلم وهذه الاحاديث كما جاء ت ولا نقول كيف كذا ولا لم كذا (کتاب السنۃ ۱/۲۷۸)

"ہم صفات والی احادیث کو جیسے یہ وارد ہوئی ہیں اسی طرح تسلیم کرتے ہیں اور یہ نہیں کہتے کہ یہ کیسے ہیں اور کیوں ہیں"

امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔

امنت باللہ وبما جاء عن اللہ علی مراد اللہ و امنت برسول اللہ ﷺ وبما جاء عن رسولہ علی مراد رسول اللہ ﷺ

(الایمان ص ٦٨)

''میں اللہ تعالیٰ پر اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا اس پر اللہ کی مراد پر ایمان لاتا ہوں اور اسی طرح میں رسول اللہ ﷺ پر اور جو ان سے منقول ہوا اس پر رسول اللہ ﷺ کی مراد پر ایمان رکھتا ہوں۔''

علامہ موفق الدین ابن قدامہ مقدسیؒ فرماتے ہیں۔

وعلی ھذا درج السلف وائمۃ الخلف کلھم متفقون علی الاقرار والامرار والاثبات لما ورد من الصفات فی کتاب اللہ و سنۃ رسولہ من غیر تعرض لتاویلہ (لمعۃ الاعتقاد الہادی ص١٠)

''تمام ائمہ سلف (پہلے) اور خلف (پچھلے) اس پر متفق تھے کہ کتاب وسنت میں جو صفات ذکر ہوئی ہیں ان کو تسلیم کیا جائے اور بلا کیفیت' قبول کیا جائے اور جس معنی میں آئی ہیں اس کے لیے ثابت کیا جائے اور کسی قسم کی تاویل نہ کی جائے۔''

اور فرماتے ہیں

اجمع السلف رحمھم اللہ علی نقلہ و قبولہ ولم یتعرض لردہ ولا تاویلہ ولا تشبیھہ ولا تمثیلہ (ایضاص١٤)

''تمام سلف صالحین کا اجماع تھا کہ صفات کی روایات کو ان کی اصل صورت میں نقل کیا جائے اور ان کو رد نہ کیا جائے نہ ہی تاویل کی جائے اور نہ ہی کسی ایک سے تشبیہ اور تمثیل دی جائے۔''

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں؛

یقولون تجری علی ظاھر ھا وھم السلف الصالح الذین یقولون انھا تثبت علی وجہ یلیق بعظمۃ اللہ و کبریائہ (طریق الوصول الی العلم المامول ص١٠٦)

''سلف صالحین صفات کے بارہ میں فرماتے ہیں یہ ظاہر پر محمول ہیں اور ایسے طریق

سے ثابت ہیں جو کہ اللہ کی عظمت اور کبریائی کے مناسب اور لائق ہے۔''

شیخ صالح بن فوزان فرماتے ہیں؛

فاهل السنة والجماعة يثبتون الصفات على ماجاءت من غير تاويل (تنبيهات في الرد على من تاول الصفات ص٥٩)

''اہل سنت والجماعت صفات کو بغیر کسی تاویل کے ان کو اصلی صورت میں تسلیم کرتے ہیں۔''

مذکورہ بحث سے واضح ہوگیا کہ سلف صالحین صفات کے باب میں تاویل کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور نہ کوئی ان میں تاویل کرتا تھا اس لیے کہ اس باب میں تاویل کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے تلاعب اور استہزاء ہے کیونکہ بلا شبہ تاویل کے جواز پر کوئی مستند دلیل موجود نہیں بلکہ تاویل کا دروازہ خیر القرون کے بعد کھولا گیا جو یقیناً تیسری صدی ہجری کے بعد کی بات ہے۔ ائمہ اربعہ بشمول امام ابوحنیفہ تاویل کے قائل نہیں تھے جیسا کہ فرماتے ہیں؛

ينزل بلا كيف 'کہ نزول بلا کیف کے ہے''

اگر ان کے ہاں تاویل جائز ہوتی تو وہ یہاں ضرور تاویل کرتے۔ احناف صفات کے باب میں امام ابوحنیفہ کے مذہب پر نہیں بلکہ ماتریدیہ کے مذہب پر ہیں احناف نے صفات کے باب میں تاویل کی بدعت کی آبیاری کر کے ابوحنیفہ کے مذہب کی بجائے اشاعرہ اور ماتریدیہ کے مذہب کو اپنایا ہے۔

تعطیل

ہم صفات باری تعالیٰ کا انکار بھی نہیں کرتے۔ معطلین کے نزدیک تعطیل کا یہ مفہوم ہے کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ذات کے مناسب نہیں ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کی ذات سے ان کی نفی کی جائے درحقیقت یہ صفات باری تعالیٰ کا انکار ہے مدعیان اسلام میں جہمیہ اور معتزلہ نے صفات کا انکار کیا۔ معتزلہ نے تو بعض صفات کو محض اس بنا پر تسلیم کیا ہے کہ وہ ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے مناسب ہیں۔ پھر ان کے بالطبع فلاسفہ بھی انکار کے رستہ پر چلے جن کا تو مقصد اسلام کو

اپنی آراء وقیاسات کا ملعب بنانا تھا اور یہ انکار تین قسم پر ہے۔
(۱) اللہ تعالیٰ کی فعلی صفات جیسے نزول 'مجیء اور استواء وغیرہ کو ذات باری تعالیٰ کے کمال کے خلاف سمجھ کران کا انکار کیا گیا۔
(۲) اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کا انکار کرنے والے دہریہ ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ زمانہ قدیم سے اپنی طبع اور روش پر چل رہا ہے اس کا کوئی خالق نہیں اور نہ ہی اس کو فنا ہے بعض فلسفی اور کمیونسٹ بھی اس نظریہ کے حامل ہیں۔
(۳) ایسی صفات کا انکار جو معطلین کے نزدیک متشابہات میں سے ہیں۔
ایسے حضرات جنہوں نے صفات کا انکار کیا کا پیشوا اور امام جہم بن صفوان تھا اس سے یہ نظریہ جعد بن درہم نے لیا جس کو امیر خالد بن عبداللہ القسری نے عیدالاضحیٰ کے دن سرعام ذبح کیا تھا۔
اس کے قتل کا کسی ایک بھی مسلمان نے انکار نہیں کیا تھا اور نہ طعنہ زنی کی تھی بلکہ امیر خالد نے جن مسلمانوں کے سامنے اس کو ذبح کیا تھا انہوں نے امیر کے اس فعل کو مستحسن قرار دیا تھا۔(الرد علی الجہمیہ ص ۱۸)
امام عثمان دارمیؒ فرماتے ہیں۔
''واقعہ ذبح کے بعد اس نظریہ کے حاملین ذلیل و رسوا ہی ہوتے رہے تھے حتیٰ کہ وہ وقت آیا کہ جب فقہاء اور علماء کی قلت پیدا ہوگئی اس موقعہ کو پا کر گمراہ لوگوں نے اپنی اپنی بدعات کی تشہیر کی۔ یہود و نصاریٰ اور عراق کے گنوار لوگوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اسلام کے خاتمہ کے لیے بھرپور کوششیں شروع کر دیں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کے تعطیل و انکار' انبیاء کی تکذیب اور وحی کے باطل کرنے کو اپنا ہدف بنایا۔'' (الرد علی اجھمیة ص۱۸)
امام دارمی کے اس پرمغز تبصرہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ اہل بدعت کے نفوذ سے پہلے کوئی ایک شخص بھی صفات باری تعالیٰ کے انکار کا قائل نہیں تھا۔

تحریف

ہم صفات میں تحریف کو بھی جائز نہیں سمجھتے صفات میں تحریف کا مفہوم یہ ہے کہ لفظاً اس کے معنیٰ کو اصل سے بدل کر کسی ایسے مفہوم میں لے جایا جائے جس کا لفظ متحمل نہیں مثلاً ''استویٰ''

کو "استولیٰ" سے بدل دینا۔ (کلم الله موسیٰ تکلیما) میں لفظ اللہ فاعل ہے جس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا کو بدل کر لفظ اللہ کو مفعول بنا دینا جس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ نے موسیٰ سے کلام نہیں کیا بلکہ موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا ہے۔

امام ابن القیم فرماتے ہیں

امر اليهود بان يقولوا حطة فابوا وقالوا حنطة لهوان
وكذلك الجهمي قيل له استوى فابىٰ وزاد الحرف للذكران
ونون اليهود ولام الجهمي هما في وحي رب العرش زائدتان
والاشعري يقول تفسير استوى بحقيقة استولى على الاكوان

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہودیوں کو یہ حکم تھا کہ وہ شہر میں داخل ہوتے وقت "حطۃ" (بخش دے) پکاریں۔ مگر انہوں نے اس کی بجائے حنطۃ (گندم چاہیے) کہا۔ اسی طرح جہمی نے "استوی" میں تحریف کی اور ایک حرف زائد کر کے استولی کہہ دیا۔ جیسے یہودیوں نے "حطۃ" میں نون زائد کیا تھا ایسے ہی جہمی کا لام "استولیٰ" میں زائد ہے یہ دونوں ہی لفظ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں زائد کیے گئے ہیں۔ اسی طرح اشعری (ان کے بالتبع حنفی بھی) "استوی" کی تفسیر "استولیٰ" سے کرتے ہیں۔" (قصيدة نونية من مقامات شتى)

امام ابن القیم کے ان اشعار سے واضح ہوتا ہے کہ تحریف دو طرح کی ہے پہلی لفظی تحریف یعنی کلمہ میں کسی حرف کا اضافہ کر کے اصل کلمے کو بدل دینا یہ تحریف یہودیوں اور جہمیوں نے کی ہے اور دوسری تحریف معنوی ہے کہ لفظ کے مفہوم کو ہی بگاڑ دیا جائے ایسی تحریف اشعریوں نے کی ہے اور یہی تحریف موجودہ احناف میں بھی پائی جاتی ہے یعنی مؤخرالذکر گروہ تحریف معنوی کا مرتکب ہوا ہے۔

تعطیل اور تحریف میں فرق

تعطیل اس معنی کی نفی ہے جو کتاب وسنت سے ثابت ہے اور تحریف صفات کی ایسی باطل تفسیر جس کی کتاب وسنت متحمل نہیں۔ جیسا کہ استوی کا معنی استیلاء (غلبہ) اور مجیء کا معنی حکم کا آنا اور "ید" کا معنی قدرت اور غلبہ کیا ہے۔

تشبیہ اور تمثیل

ہمارے نزدیک صفات میں تشبیہ اور تمثیل بھی درست نہیں ہے

تشبیہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات ایسی ہیں جو مخلوق کی صفات کے ساتھ مشابہت رکھتی ہیں۔ جیسا کہ یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ایسے ہے جیسا کہ میرا ہاتھ ہے اور تمثیل کا مفہوم ہے کہ بعض صفات میں مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی مثل سمجھا جائے۔ بلاشبہ ایسا عقیدہ کفر اور شرک ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض امور میں مخلوق بھی خالق کی صفات میں شریک ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ مثیل اور نظیر سے پاک ہے جیسا کہ فرمایا؛

(لیس کمثلہ شی ء وھو السمیع البصیر) (الشوری ؛ 11)

''اس کی مثال کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

یہ نظریہ اس لیے بھی خطرناک ہے کہ جب خالق کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی جائے گی تو گویا کہ **مشبہ** امور میں خالق اور مخلوق کے مابین مشابہت اور مماثلت پائی جائے گی حالانکہ مذکورہ آیت کی روشنی میں خالق اور مخلوق کے مابین کسی قسم کی مماثلت ہو ہی نہیں سکتی۔ عیسائیوں کے کفر کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ مسیح علیہ السلام کی مماثلت اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں۔

اسلام میں نظریہ تمثیل اور تشبیہ کے بانی ہشام بن حکم رافضی اور بیان بن سمعان تمیمی ہیں شیعوں کا ایک غالی فرقہ (بیانیہ) اسی بیان بن سمعان کی طرف منسوب ہے مشبہین حضرات نے صفات کے اثبات میں اس قدر غلو سے کام لیا کہ ان کو ایسے پیرائے میں لے آئے کہ جس سے صفات میں ایسا نقص پیدا ہو جاتا ہے جس کی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے صریحاً نفی فرمائی ہے

جس نے بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے ساتھ تشبیہ دی حقیقت میں وہ موحد نہیں ہے بلکہ اس کے خیال میں ایک ایسا موہوم و ممثل تصور ہے جو خود اس کی غلط سوچ کا پیدا کردہ ہے اور وہ اسی سوچ کے پیچھے چلنے والا اور اس کی پرستش کرنے والا ہے جیسا کہ امام ابن القیم نے ان الفاظ میں وضاحت کی ہے۔

من مثل اللہ العظیم بخلقہ   فھو النسیب لمشرک نصرانی

(القصيدة النونية ص ۱۴۵)

''جومخلوق میں سے کسی کواللہ کامثل بناتا ہے وہ مشرک نصرانی کا رشتہ دار ہے

امام نعیم بن حمادؒ جو امام بخاری کے استاد اور صحیح بخاری کے راوی ہیں فرماتے ہیں؛

من شبه الله بخلقه فقد كفر ومن نفىٰ ما وصف الله به نفسه او وصفه رسوله فقد كفر (الارشادالی صحیح الاعتقاد ص۱۳۵)

''جس نے اللہ تعالیٰ کومخلوق کے ساتھ تشبیہ دی اس نے کفر کیا اور جس نے ان صفات کی نفی کی جو اللہ اور اس کے رسول نے بیان فرمائی ہیں اس نے بھی کفر کیا۔''

ایک شبہ کا ازالہ

وہ حضرات جو اللہ تعالیٰ کی صفات کے منکر ہیں ان کا خیال ہے کہ اہل حدیث صفات کو قبول کر کے تشبیہ کا شکار ہوئے ہیں اور یہ چیز تقریباً مؤولین حضرات کے ذہن میں ہے کہ جب صفات کو من وعن تسلیم کیا جائے تو اس سے تشبیہ لازم آتی ہے جیسا کہ ہمارے ہاتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بھی ہاتھ ہیں مگر ان کا یہ شبہ بے بنیاد ہے جس کی حقیقت کچھ نہیں ہے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام اور اہلحدیث کا یہی مذہب ہے کہ خالق اور مخلوق کی صفات میں کسی قسم کی مماثلت اور اشتراک نہیں ہے مگر قرآن کریم میں بعض ایسی صفات بھی مذکور ہیں جن کا اطلاق خالق اور مخلوق دونوں پر ہوا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ہے۔ اسی طرح انسان کے بارہ میں فرمایا؛

فجعلنا ه سميعا بصيراً (الدهر؛ ۲)

''کہ ہم نے اس کو سمیع وبصیر بنایا۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ رؤف رحیم ہے تو یہی الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں فرمائے۔

وبالمؤمنين رء وف رحيم (التوبة؛ ۱۲۸)

''وہ مومنوں پر شفقت کرنے والے رحم کرنے والے ہیں۔''

جو حضرات اہلحدیث پر تشبیہ اور تمثیل کا الزام لگاتے ہیں ان کو الزام دینے والوں کو ایسے

ہی مشترکہ الفاظ کے اطلاق سے مغالطہ ہوا ہے جس کی بناء پر انہوں نے اہل حدیث پر تشبیہ کا الزام تھوپ دیا اور اسی طرح ہمارے دور کے مبتدعہ حضرات کو یہ دھوکہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض پاکباز بندے جوان صفات کے حامل ہیں۔ وہ ان صفات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ (معاذ اللہ) شریک ہیں۔ ہم کہتے ہیں یہ نظریہ ان دو فریقوں کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ اشتراک محض لفظی ہے معنوی نہیں ہے وہ اس لیے کہ صفات باری تعالیٰ اور صفات انسانی کے مابین اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ خالق اور مخلوق کے درمیان فرق ہے پھر خالق تو اپنی صفات میں کسی ایک کا محتاج نہیں **الله الصمد**

جیسا کہ اس کی ذات قدیم ہے اسی طرح اس کی صفات بھی قدیم ہیں مگر مخلوق تو اپنی ذات اور صفات میں خلاق کی محتاج ہے وہ جسے چاہے سمیع وبصیر بنادے جسے چاہے ان اوصاف سے محروم رکھے یا عطا کرنے کے بعد محروم کردے خالق کی صفات تو ایسی ہیں جو صرف اسی کی ذات کے لائق ہیں اور مخلوق کی صفات میں عجز وافتقار اور انکسار ہے اللہ تعالیٰ کی صفات تو ازلی' ابدی اور دائمی ہیں۔ جس میں کسی قسم کا حدوث نہیں ہے اور مخلوق کی صفات عارضی اور سلبی ہیں۔

امام نعیم بن حماد فرماتے ہیں؛

ليس فيما وصف الله به نفسه او وصفه به رسوله تشبيه (الارشاد ص ٨٣٥)

''جو صفات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں ان میں تشبیہ نہیں ہے۔''

تشبیہ تو تب ہو جب خالق اور مخلوق کے مابین کسی قسم کی مماثلت اور مشابہت ہو جب خالق اور مخلوق میں کسی قسم کی مماثلت اور مشابہت ہی نہیں تو تشبیہ اور برابری کیسی؟ امام المحدثین اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں؛

''تشبیہ تب ہوتی جب کہا جائے کہ اللہ کا ہاتھ میرے ہاتھ کی طرح ہے یا اللہ کا سمع میرے سمع کی طرح ہے اور جب یہ کہا جائے کہ اللہ کا ہاتھ اللہ کا سمع اور بصر بلا کیف ہے تو پھر یہ تشبیہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ليس كمثله شيء وهو السميع البصير (الشورى، ١١)

''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔'' (مختصر العلو ص ١٢٩)

اس کی ذات کی طرح کوئی ذات نہیں۔ اور اس کے نام کی طرح کوئی نام نہیں۔ اور اس کے فعل کی طرح کسی کا فعل نہیں۔ اور اس کی صفت کی طرح کسی کی صفت نہیں مگر یہ صرف لفظی موافقت ہے اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کی صفات سے ارفع اور اعلیٰ ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ مخلوق کی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات سے کچھ مناسبت رکھتی ہوں اور یہی مذہب اہل حق اہل سنت والجماعت کا ہے۔ (تفسیر قرطبی ص۹ جزء ۱۱)

فطرت بھی اس کا تقاضا کرتی ہے اور اسے اچھی طرح قبول بھی کرتی ہے کہ تمام اشیاء کا خالق اپنی ہی پیدا کی ہوئی مخلوق کے ہم مثل نہیں ہوسکتا۔ (قالہ السید قطب فی ظلال القرآن ۲۸۶/۸)

ہم متاخرین حضرات کی صفات میں تفویض کو درست نہیں جانتے متاخرین کے نزدیک تفویض کا مفہوم ہے کہ صفات کے الفاظ کی صرف تلاوت کی جائے اور ان کے معانی و مفاہیم میں غور وخوض اور تدبر نہ کیا جائے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ صفات کے معانی کے متعلق تجاہلانہ پن اختیار کیا جائے۔ ماتریدیہ حنفیہ تو اس باب میں صفات کو متشابہات سے قرار دیتے ہیں علامہ زاہد کوثری جو موجودہ احناف کے بہت بڑے پیشوا خیال کیے جاتے ہیں وہ کہتے ہیں۔

لا کیف ولا معنی و قال تفسیرہ بلا کیف ولا معنی

''بلا کیفیت اور بلا معنی تسلیم کیا جائے کیونکہ آیات صفات کی تفسیر یہی ہے کہ انہیں بلا کیفیت اور بلا معنی پڑھا جائے۔''

اور پھر کمال یہ ہے کہ وہ اس اختراعی تفویض کو سلف کا مذہب قرار دیتے ہیں اور تاویل کو بعد والوں کا اور کہتے ہیں کہ سلف کا طریقہ اور مذہب اسلم ہے اور خلف (بعد میں آنے والوں کا) احکم ہے اور اسی مفروضہ کی بنا پر وہ ید 'وجہ ودیگران کے مثل صفات کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں کرنے کو جائز نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نظریہ کے مطابق تو یہ ہے۔

بل الواجب عدم النطق به اصلا سد لباب التشبيه بمرة واحدة (الماتريدية؛ ۱۳۱/۲)

''واجب یہی ہے کہ صفات کے الفاظ گفتگو میں نہ لائے جائیں تا کہ تشبیہ کا مکمل سد باب ہو سکے۔''

گویا کہ ان حضرات کے نزدیک ایک وہمی تشبیہ جو خود ان کے غلط ذہنوں کی پیدا کردہ ہے سے بچنے کے لے صحابہ کرام اور تابعین کرام کا مذہب محکم اور درست نہیں ہے بلکہ بعد میں آنے والے بدعتی حضرات کا موقف زیادہ درست اور مضبوط ہے حالانکہ یہ بات بداہۃ ہی غلط ہے وہ اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کتاب وسنت کی تعلیم اور تفہیم براہ راست صاحب وحی یعنی رسول اللہ ﷺ سے حاصل کی تھی اور ان سے تابعین کرام نے۔ پھر وہ ایسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ اس میں آراء و خیالات فاسدہ کا کوئی عنصر بھی شامل نہیں ہوا تھا بھلا ان کے مقابلہ میں ان لوگوں کا موقف اور عقیدہ کیسے درست ہوسکتا ہے جن کے نظریات کی بنیاد فلاسفہ اور متکلمین کے آراء وقیاسات فاسدہ پر ہے۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں؛

فان معرفة مراد رسول الله ﷺ و مراد الصحابه اصل العلم و ينبوع الهدىٰ

(مجموع الفتاوی ۵/۳۱)

''اصل علم اور سرچشمہ ہدایت تو رسول اللہ ﷺ کی مراد اور صحابہ کرام کی مراد کا جاننا ہے''

اگر ان حضرات کا نظریہ قبول کیا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جو رسول اللہ ﷺ کی طرف صفات کی آیات نازل فرمائی ہیں ان کا ترجمہ ومفہوم **السابقون الاولون** بلکہ خود رسول اللہ ﷺ بھی نہیں سمجھ پائے کیونکہ مفوضہ (قائل تفویض) کہتے ہیں کہ ان کا ترجمہ و مفہوم صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے ایسی وحی پیش کی ہے جس کا مفہوم انہیں معاذ اللہ خود بھی معلوم نہیں تو بقول مفوضہ کے رسول اللہ ﷺ بھی بعض قرآن کے عالم نہیں تھے۔ (استغفر اللہ) تو پھر قرآن حدیث اور فرقان ثابت نہیں ہوا یہ ایسا سنگین نوعیت کا نظریہ ہے جو ملحدوں کے نظریے کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ اور سلف صالحین کی طرف (معاذ اللہ) جہالت کی نسبت کرنے میں مؤولین کی طرح بڑی غلطی پر ہیں۔ (مجموع الفتاوی ملخصا ومفہوما ۵/۸۳)

الغرض اگر ماتریدیہ حنفیہ کی تفویض کو درست مان لیا جائے تو اس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

(۱) رسول اللہ ﷺ اور جبرائیل علیہ السلام بھی آیات صفات کے مفہوم سے (معاذ اللہ) ناواقف تھے۔

(۲) صحابہ کرام ؓ بھی صفات کے اصل مفہوم کو نہیں سمجھ سکتے۔

(۳) تابعین کرام کے علم میں بھی صفات کا معنیٰ نہیں تھا۔

(۴) قرآن کامل طور پر نہ ہدایت ٹھہرتا ہے اور نہ ہی بیان۔ جس کا خوفناک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے ایسی کتاب نازل کی ہے جس کا مفہوم لوگوں کے فہم وفراست سے اونچا اور بلند وبالاتر ہے تو گویا کہ وہ قرآن کے بعض حصے کو سمجھنے سے محروم رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم ولعلھم یتفکرون (النحل؛ ۴۴)

''اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے لیے اس کو واضح کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تا کہ وہ غور وفکر کریں۔''

افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا (محمد؛ ۲۴)

''کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔''

تدبر تو اسی چیز میں ہوتا ہے جو قابل تفہیم ہو اور اس میں تدبر کیا جس کا ترجمہ ہی معلوم نہیں؟ تو معلوم ہوا کہ مفوضہ کا تفویضی نظریہ نہایت غلط' مہلک اور خطرناک نتائج کا حامل ہے۔

تنزیہ

اہل حدیث ایسی تمام صفات کا رد اور انکار کرتے ہیں اور انہیں قبول نہیں کرتے ہیں جو قرآن وحدیث کی نصوص صریحہ کے معارض اور مخالف ہیں اور ان کا وجود بھی قرآن وحدیث میں نہیں ملتا جیسا کہ عرب کے بت پرست اپنے معبودوں کا نام اللہ تعالیٰ کے ناموں سے اخذ کر کے رکھتے تھے لات کو وہ اللہ سے' عُزیٰ کو عزیز سے لیتے تھے اسی طرح ہم ان صفات کا بھی انکار کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات ارفع کے منافی ہیں اور قرآن وحدیث ان کی تردید میں ناطق ہے جیسا کہ عیسائی اللہ جل جلالہ کو اب (باپ) کے لفظ سے پکارتے ہیں اور یہودی بسا اوقات اللہ تعالیٰ کے بارہ میں اپنے خبث باطن کا اظہار بڑے غلط الفاظ سے کرتے ہیں کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے۔

(ان الله فقیر ونحن اغنیاء) (یدالله مغلولة)
''اور اللہ کا ہاتھ باندھا ہوا ہے''
اور اسی طرح ان کا یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان اور کل مخلوقات کو چھ دن میں پیدا کیا اور ساتویں دین آرام کیا۔ (تکون باب ۲ فقرہ ۳)

اس کا یہ مطلب ہے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ چھٹے دن تھک گیا اس لیے ساتویں دن آرام کیا۔ یہ ایسا کفریہ نظریہ ہے جس کی تردید اللہ تعالیٰ نے دوٹوک الفاظ میں فرمائی ہے۔

اولم یروا ان الله الذی خلق السموات والارض ولم یعی بخلقهن)
''کیا وہ دیکھتے نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں۔''

اسی طرح فلاسفہ ملاحدہ کے اختراعی انطباقات کہ اللہ اپنی ذات کا خود موجب ہے یا بالطبع علت فاعلہ ہے اسی طرح قدیم اور حادث وتجسیم کی اصطلاحیں جن کا وجود کتاب وسنت میں نہیں۔ اور ہر وہ وصف جو عیب سمجھا جاتا ہے جیسا کہ جھوٹ بولنا اور کسی کام سے عاجز آجانا ہم ان تمام سے اللہ تعالیٰ کو منزہ اور پاک جانتے ہیں اسی طرح ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قسم کے شریک، کف، ظہیر، شفیع بلا اذن منہ اور ولی من الذل سے پاک ہے اور اس پر بھی ہمارا ایمان ہے کہ وہ نیند، اونگھ، تعب، جہل، ظلم، غفلت، نسیان اور موت وغیرہ تمام صفات نقص سے منزہ اور پاک ہے۔

اقسام صفات

اللہ تعالیٰ کی صفات دو طرح پر ہیں
(۱) ذاتی (۲) فعلی

ذاتی سے مراد ایسی صفات ہیں جو اللہ کی ذات سے کبھی جدا نہیں ہوتیں اور نہ ہی ان میں کوئی نقص واقع ہوتا ہے جیسا کہ نفس، العلوم، حیات، قدرت، سمع، بصر، کلام، قدم، ید، رجل، الملک، العظمة، الکبریاء، الغنی، الرحمة، الحکمة

فعلی صفات سے مراد وہ صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ چاہے وہ ایسا کرنے پر قادر ہے جیسا کہ استواء، النزول،

المجی، العجب، الضحک، الرضی، الحب، الکرہ، الکرۃ، السخط، الفرح، الغضب وغیرہ

صفات پر ایمان کے اعتبار سے ذاتی اور فعلی میں کوئی فرق نہیں ہے جیسے ذاتی صفات پر بلا تاویل وتشبیہ و بلا تفویض متاخرین ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح فعلی صفات کو بھی من وعن تسلیم کرنا ضروری ہے ان کی نہ کوئی تاویل کی جائے اور نہ تمثیل اور تشبیہ۔

مذکورہ تمہید کے بعد ہم چند ایک صفات کی تفصیل بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

(۱) ذات

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لم یکذب ابراھیم الاثلاث کذبات ثنتین منھن فی ذات اللہ ...... الخ

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ (اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا) (۱۱/۱۴۵) ج؛ ۳۱۰۸) و صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل ابراھیم (۱۲/۸۰) ؛ح (۴۳۸۱) وسنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب من سورۃ الانبیاء (۱۰/۴۴۳) ج ؛ (۳۰۹۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے ہیں ان میں دو اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ہیں۔

(۲) نفس

(تعلم مافی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک) (المائدہ؛ ۱۱۷)

''جو میرے نفس میں ہے اسے تو جانتا ہے اور جو تیرے نفس میں ہے اسے میں نہیں جانتا؛

(ویحذرکم اللہ نفسہ) (آل عمران ؛ ۲۸)

''اللہ تم کو اپنے نفس سے ڈراتا ہے۔''

کتب علی نفسه الرحمة (الانعام؛ ۱۲)

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس پر رحمت لکھ دی ہے۔''

فقل سلام علیکم کتب ربکم علی نفسه الرحمة(الانعام؛ ۵۴)

''کہہ دیجیے تم پر سلامتی ہے تمہارے رب نے اپنے نفس پر رحمت لکھ دی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(ان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی)

(صحیح البخاری' کتاب التوحید' باب قول الله تعالیٰ (ویحذرکم الله فی نفسه) ۲۲/۴۰۹)ج ؛ (۷۴۰۶) و سنن الترمذی ' کتاب الدعوات ' باب فی حسن الظن بالله (۳۳/۱۲) ج ؛(۳۵۶۸)

''اگر میرا بندہ مجھے اپنے نفس میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں۔''

(۳) وجہ (چہرہ)

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر کیا ہے۔

(کل شی ء هالک الا وجهه) (القصص؛ ۱۸۸)

''سوائے اللہ کے چہرہ کے ہر چیز ہلاک ہو جائے گی۔''

(ویبقی وجه ربک ذوالجلال والاکرام) (الرحمن ۲۸)

''تیرے رب کا چہرہ باقی رہے گا جو بڑی جلالت اور عزت والا ہے''

(انما نطعمکم لوجه الله) الدهر؛ ۹)

(واصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغداة و العشی یریدون وجهه) (الکهف ۲۸)

ان تمام آیات میں وجہ کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے جو واضح کرتی ہے کہ یہاں سے مراد اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے رسول اللہ ﷺ کثرت سے وجہ اللہ سے استعاذہ کرتے اور فرماتے ؛

اعوذ بوجھک

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله (قل هو القادر) (۱۶۰/۱۴) ج؛ (۴۲۶۲) و سنن ابی دود، کتاب الادب، باب مایقول عندالنوم (۲۴۸/۱۳) ج؛(۴۳۹۳)

''میں تیرے چہرے کی پناہ طلب کرتا ہوں۔''

ہم وجہ کے معنی میں کسی قسم کی تاویل نہیں کرتے اور نہ مخلوق میں سے کسی ایک سے تشبیہ دیتے ہیں اور نہ ہی اس کے اصل معنی کو بدل کر احناف ودیگر مؤولین کی طرح رجا یا قرب مراد لیتے ہیں کیونکہ صحابہ کرام نے وجہ کے وہ ترجمے نہیں کیے جو احناف کی تفسیروں اور ترجموں میں پائے جاتے ہیں۔ مؤولین کا یہ طریقہ سلف صالحین ائمہ اہل سنت اہل حدیث کے خلاف ہے۔ مزید تفصیل کتاب الاسماء والصفات بیہقی جلد۲ کے ابتدائی صفحات میں ملاحظہ کریں۔

(۴) [illegible]

آنکھ بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(ولتصنع علی عینی) (طه؛ ۳۹) (فانک باعیننا) (الطور ؛ ۴۸) (واصنع الفلک باعیننا))(هود؛ ۳۸)

ان تمام آیات میں عین کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا؛۔

''وہ بھینگا ہوگا لیکن ''ان لله لیس باعور ''اللہ تعالیٰ بھینگا نہیں ہے'' (البخاری)

''حضرت ابن عباس ؓ نے باعیننا کی تفسیر بعین اللہ سے کی ہے (الاسماء والصفات۲/۴۱)

تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں۔ وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے خواہ وہ قریب ہو یا بعید۔ حتیٰ کہ چیونٹی اور اس سے بھی جو جسامت میں چھوٹی اور حقیر ہے کے چلنے تک کو دیکھتا ہے۔

(ان الله لا یخفی علیه شی ء فی الارض ولا فی السماء) (آل عمران ۵)

وما یخفی علی الله من شیء فی الارض ولا فی السماء (ابراهیم؛ ۳۸)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ سے زمین وآسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔"
واللہ بصیر بما تعملون) "جوتم عمل کرتے ہو وہ انہیں دیکھتا ہے۔"
(انہ ھو السمیع البصیر) "وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے" (انہ بکل شی ء بصیر) (الملک؛ ۱۹) "وہ تو ہر چیز کو دیکھتا ہے۔

(۵) سمع

بلاشبہ اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور سمع اس کی صفت ہے (انہ سمیع بصیر) ہم اس میں کسی قسم کی تحریف نہیں کرتے اور تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ایسے ہی سنتا ہے جیسا کہ اس کی ذات کے لائق ہے۔

(٦) یدان (ہاتھ)

اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں جیسا کہ فرمایا؛

بل یداہ مبسو طتان) (المائدہ؛ ٦۴) "اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں" (بیدک الخیر)؛ آل عمران:۲٦)

"تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے۔"

(قال یاابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی) ؛ ص ؛ ۷۵) "اے ابلیس تجھے کس نے اس کو سجدہ کرنے سے روکا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

کلتا یدیه یمین

(صحیح مسلم' کتاب الامارة باب فضیلة الامام العادل (۹ /۳۵۰) ح؛ (۳۴۰٦) و سنن السنائی' کتاب آداب القضاء باب فضل الحاکم العادل (۲۰۸/۱٦) ح؛ (۵۲۸۴)

"اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔"

قیامت کے دن لوگ حضرت آدم کے پاس شفاعت کیلئے حاضر ہوں گے تو وہ کہیں گے۔

انت ابو البشر خلقک اللہ بیدہ

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فی الجنة والنار (۲۲۹/۲۰) ح؛ (۷۰۸۰) "آپ ابوالبشر ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔"

رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو فرماتے؛

لبیک و سعدیک والخیر کله فی یدیک

(صحیح ابن خزیمة، کتاب المناسک، باب فی صفة التلبیة، (۱۸۱/۴) ح؛ (۲۶۷۲۱) وشعب الایمان (۱۴۰/۳) ح؛ (۳۱۳۸)

"اے اللہ میں حاضر ہوں ہر قسم کی بھلائی تیرے ہاتھوں میں ہے۔"

ہم ان آیات اور صحیح احادیث کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کو بلا تاویل و بلا تشبیہ مانتے ہیں اور احناف و ماتریدیہ کی طرح اس میں تاویل نہیں کرتے کہ ید کا معنی قدرت اور غلبہ ہے ہم اس تاویل کو عقیدہ اہل سنت کے خلاف جانتے ہیں یہ تاویل اس لیے بھی غلط ہے کہ تمام کا اجماع ہے کہ قدرت تثنیہ نہیں ہوتی اور یہ عقلاً بھی محال ہے کہ ید کا معنی قدرت ہو ہم کہتے ہیں کمال وجلال اللہ کی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہی مناسب ہے جیسا کہ وہ اس کے کمال اور جمال کے لائق ہے۔

(۷) کف

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

(ما تصدق احد بصدقة من طیب ولا یقبل الله الا الطیب الا اخذها الرحمن بیمینه وان کانت تمرة فتربو فی کف الرحمن حتی تکون اعظم من الجبل)

(صحیح بخاری مسلم، کتاب الزکوة، باب قبول الصدقة من الکسب (۱۹۰/۰۷) ح؛ (۱۶۸۴) الترمذی، کتاب الزکوة باب ماجاء فی فضل الصدقة (۷۰/۳) ح؛ (۰۹۸)

"جب کوئی شخص اپنے پاکیزہ مال سے صدقہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال کو ہی قبول کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کو دائیں ہاتھ میں پکڑتا ہے اگر وہ کھجور ہو تو اللہ کی ہتھیلی میں بڑھتی رہتی ہے۔ حتی کہ وہ پہاڑ سے بھی بڑی ہو جاتی ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کی ہتھیلی کو بھی بلا تاویل اور بلا تشبیہ تسلیم کرتے ہیں اور اس کی تاویل قدرت کے معنی سے نہیں کرتے اور تاویل نہ کرنے کا مذہب ہی صحابہ کرام اور ائمہ عظام کا ہے۔

(۸) اصابع (انگلیاں)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

ان قلوب بنی آدم کلھا بین اصبعین من اصابع الرحمن)

(صحیح مسلم' کتاب القدر باب تصریف اللہ تعالیٰ (۱۱۹/۱۳) ح؛ (۸۹۸)

سنن ابن ماجہ' کتاب الدعاء ' باب دعاء رسول اللہ (۲۸۶/۱۱) ح ؛ (۳۸۲۴)

''بے شک تمام بنی آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔''

ایک دفعہ ایک یہودی عالم نے رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر پانی اور تری (زمین کے نیچے تر مٹی) کو ایک انگلی پر اور باقی تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھے گا۔ پھر ان کو حرکت دے گا اور فرمائے گا۔

انا الملک و انا الملک

''میں ہی بادشاہ ہوں' میں ہی بادشاہ ہوں''

تو رسول اللہ ﷺ اس کی تصدیق میں مسکرا دیے حتی کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں اور آپ نے یہ آیت پڑھی۔

(وما قدرو اللہ حق قدرہ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیمۃ) (الزمر) ۲۸

''انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کا حق تھا قیامت کے دن تمام زمین اس کے قبضہ میں ہوگی۔

(صحیح البخاری' کتاب تفسیر القرآن' باب قولہ (وما قدرواللہ) ۱۰ /۱۴)

ح؛(۴۴۳۸) صحیح مسلم' کتاب صفۃ القیامۃ' باب ۱۰ (۳۸۰/۱۳) ح ؛ (۴۹۹۲)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی انگلیاں ہیں مگر یہ کیسی ہیں یہ کیفیت ہم سے مجہول ہے جیسا کہ دیگر صفات میں تاویل اور تشبیہ نہیں ہے اسی طرح ہم اس بارہ میں بھی

تشبیہ اور تاویل کو جائز نہیں سمجھتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ اسی طرح کی ہیں جیسا کہ اس کی شان اور کمال کے لائق ہے۔ ہم حنفیہ ماتریدیہ کی طرح تاویل نہیں کرتے۔

(۹) ساق (پنڈلی)

یوم یکشف عن ساق و یدعون الی السجود فلا یستطیعون، خاشعة ابصارھم (القلم ؛ ۴۲.۴۳)

''جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور لوگ سجدے کی طرف بلائے جائیں گے پھر وہ طاقت نہیں رکھیں گے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔''

احوال قیامت کے بارہ میں ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

فیکشف عن ساقه (صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قوله تعالیٰ (وجوه یومئذ ناضرة (۴۴۸/۲۲) ح؛(۶۸۸۶)، صحیح مسلم کتاب الایمان باب معرفة طریق الرؤیا (۴۶۸/۱) ح؛(۲۶۹)

''اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی ظاہر کرے گا۔''

یکشف ربنا عن ساقه (الاسماء والصفات ۸۰/۲)

''ہمارا رب اپنی پنڈلی ظاہر کرے گا۔''

امام خطابیؒ فرماتے ہیں اس حدیث کو ہمارے شیوخ نے ظاہر لفظ پر محمول کیا ہے اور اس کے باطنی معنیٰ کو واضح نہیں کیا بلکہ اس کی تفسیر سے انہوں نے اسی طرح توقف کیا ہے جیسا کہ ہر صفت کی تفسیر سے جس کے کہنہ اور گہرائی کو علم نہیں گھیر سکتا۔ (الاسماء والصفات ۸۰/۲

امام خطابی کا مقصد یہ ہے کہ ساق کی تاویل بھی نہ کی جائے جیسے کہ دوسری صفات کی تاویل نہیں ہے ایک روایت میں ہے کہ ساق کا معنیٰ نور عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے نور کو ظاہر کرے گا مگر یہ روایت درست نہیں امام بیہقی فرماتے ہیں ؛ اس روایت کو بیان کرنے میں روح بن جناح شامی متفرد ہے جو منکر احادیث بیان کرتا ہے جن کی متابعت نہیں ہوتی۔ (الاسماء والصفات ۸۳/۲)

ساق کی صحیح تفسیر وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے خود بیان کر دی ہے اور وہی ہمیں کافی ہے۔

(۱۰) الرجل والقدم

حضرت انس ﷺ رسول اللہ ﷺ سے بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا؛(یلقیٰ فی النار و تقول هل من مزید حتی یضع قدمه تقول قط قط)

(صحیح البخاری' کتاب تفسیر القرآن' باب و قوله (تقول من مزید) ۱۵/۸۵) ح ؛ (۴۴۷۰) صحیح مسلم' کتاب صفة النار'' باب النار یدخلها الجبارون (۱۳/۲۹۶) ح ؛ (۵۰۸۴)

''اللہ تعالیٰ جہنم والوں کو آگ میں ڈالے گا تو جہنم کہے گی کیا اور بھی ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم مبارک اس میں رکھے گا تو وہ کہے گی بس۔''

حضرت ابو ہریرہ ﷺ رسول اللہ ﷺ سے بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:۔یقال لجهنم هل امتلات وتقول هل من مزید فیضع الرب تبارک و تعالیٰ قدمه علیها فتقول قط قط) (صحیح البخاری' کتاب تفسیر القرآن' باب قوله (وتقول من مزید) ۱۰/۸٦) ح؛ (۴۴۸۱) صحیح مسلم' کتاب صفة النار' باب النار یدخلها الجبارون (۱۳/ ۲۹۸) ح ؛ (۵۰۸۵)

''جہنم سے پوچھا جائے گا کیا تو ابھی بھری نہیں تو وہ کہے گی کیا اور بھی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھے گا تو وہ کہے گی بس بس۔''

اور ایک تیسرے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ جہنم میں اپنا قدم رکھے گا۔تو؛

(فینزوی بعضها الی بعض' وتقول قط قط بعزتک و کرمک)(صحیح مسلم' کتاب تفسیر القرآن' باب النار' یدخلها الجبارون (۱۳/۲۹۸) ح ؛ (۵۰۸۵)

''جہنم سکڑ جائے گی اور کہے گی بس بس تیری عزت اور کرم کی قسم۔''

اور ایک حدیث میں اس سے قدرے تفصیل ہے......

فاما النار فلا تمتلئی حتی یضع رجله فتقول قط قط فهنالک تمتلئی و یزوی بعضها الی بعض ' ولا یظلم الله عز و جل من خلقه احدا) (صحیح البخاری ' کتاب تفسیر القرآن' باب و قوله (تقول من مزید) (۱۵/۷۸) ح ؛ (۴۴۸۶) ح ؛ (۵۰۸۶)

''جہنم اس وقت تک نہیں بھرے گی جب تک اللہ اپنا پاؤں اس میں نہیں رکھے گا تو جب وہ قدم رکھے گا تو وہ کہے گی بس بس۔ پھر اس وقت وہ بھر جائے گی اور بعض بعض کی طرف سکڑ جائے گی اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی ایک پر ظلم نہیں کرے گا۔''

ان صحیح احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا قدم اور جل مبارک ہے، ہم اسے بلا چوں و چراں تسلیم کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی تاویل یا تشبیہ کے قائل نہیں ہیں۔

امام ابو عبیدہ فرماتے ہیں

''ہم ان احادیث کو روایت تو کرتے ہیں مگر کوئی اپنی طرف سے ان کا معنی بیان نہیں کرتے۔'' (الاسماء والصفات ۸۲/۲)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں

فطریق السلف فی هذا و غیره مشهورة وهو ان تمر کما جاءت ولا یتعرض لتاویله بل نعتقد استحالة ما یوهم النقص علی الله تبارک و تعالیٰ (فتح الباری ۵۹۶/۸)

''سلف صالحین کا اس مسئلہ اور دیگر صفات کے بارہ میں یہی طریقہ ہے کہ ان احادیث کو اسی طرح بیان کیا جائے جیسا کہ یہ منقول ہیں اور تاویل نہ کی جائے بلکہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ جس سے نقص پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے وہ ناممکن ہے۔

☆☆☆☆☆☆

ماخوذ: از عقیدہ اہل حدیث' مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ نمبر 160 تا 189)